اشتعال انگیز حالات کے متعلق جماعت احمدیہ کو ضروری نصائح

(فرمودہ ۱۲؍جولائی ۱۹۳۵ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

چونکہ آج بارش ہو رہی ہے اور بادل چھائے ہوئے ہیں، رستے خراب ہیں اس لئے میں عصر کی نماز بھی جمعہ کے ساتھ اکٹھی کر کے پڑھاؤں گا۔ اس کے بعد میں ایک ایسے معاملہ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کے متعلق ہماری جماعت کے جذبات اِس وقت بہت بھڑکے ہوئے ہیں، ضروری ہے کہ میں اس کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کر دوں۔ پیشتر اس کے کہ میں اس مضمون کی طرف آؤں تمہیداً یہ بات کہنی چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کئی طاقتیں دی ہیں جن میں سے ایک طاقت عقل کی ہے اور ایک طاقت جذبات کی ہے۔ تمام انسانی کاموں میں عقل اور جذبات ساتھ ساتھ کام کرتے ہیں اور جس کام میں ان میں سے ایک چیز مفقود ہو جائے وہ خراب ہو جاتا ہے، اگر جذبات کو دنیا سے مٹا دیا جائے تو خالی عقل کچھ بھی نہیں رہتی۔ مثلاً عقل اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کرتی کہ انسان اپنے مذہب کی مقدس کتاب کے اوپر بیٹھ جائے یا اسے گندی جگہ پر رکھ دے عقل کہے گی کہ اس کے اوپر کپڑا لپیٹ کر بے شک رکھ دو اس سے اس کتاب کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا یا اگر کوئی انسان مقدس کتاب کے اوپر بیٹھ جائے تو عقل کہے گی کہ اس میں کیا حرج ہے کتاب میں اس سے کوئی فرق

نہیں آ گیا ۔ یا اگر کوئی شخص اپنے والدین کی طرف پاؤں کر کے لیٹ جائے تو عقل اس پر کوئی اعتراض نہیں کرے گی اور اس قسم کی سینکڑوں ہزاروں باتیں ایسی ہیں جن پر عقل کوئی اعتراض نہیں کر سکتی مگر جذبات وہاں ضرور معترض ہوں گے اور عقل سے صاف کہہ دیں گے کہ یہاں تمہارا دائرۂ عمل ختم ہے اور ہمارا شروع ہوتا ہے ۔ اسی طرح بیسیوں باتوں میں باہم اختلاف ہوگا ۔ جذبات کہیں گے کہ ہر وقت اپنے پیارے اور محبوب کی یاد میں لگے رہو لیکن عقل کہے گی کہ یہ نامعقول بات ہے کچھ وقت اپنے جسم کی حفاظت کے لئے بھی صرف کرنا چاہئے ورنہ محبوب کی خدمت کیسے کر سکو گے حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے بھی فیصلہ فرما دیا ہے کہ بعض اوقات میں روزہ اور نماز بھی شیطانی افعال ہو جاتے ہیں ۔ جذبات تو بے شک کہیں گے کہ ہر روز روزہ رکھو اور ہر وقت نمازیں پڑھتے رہو لیکن عقل کہے گی کہ نہیں ، ناغہ بھی ہونا چاہئے تا صحت درست رہ سکے ۔ پس یہ دونوں قانون دنیا میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور جو بھی ان کو آگے پیچھے کرنے کی کوشش کرے گا وہ ناکام رہے گا اور اچھے نتائج نہیں پیدا کر سکے گا ۔ ہاں ایک مقام پر جا کر عقل مٹ جایا کرتی ہے اور وہ توحیدِ کامل کا مقام ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل کی ضرورت ہی وہاں نہیں رہتی بلکہ جذبات بہت کامل ہو جاتے ہیں اور عقل بھی انہی میں شامل ہو جاتی ہے ۔ یہ مقام عام انسانوں کو جنت میں جا کر حاصل ہوتا ہے ۔ وہاں عقل کا کوئی کام نہیں بلکہ سب کچھ جذبات کے ماتحت ہوگا اور پھر جو کچھ بھی ہوگا اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہوگا لیکن جن لوگوں کو اسی دنیا میں جنت حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے ، وہ بھی جو کام کرتے ہیں ان کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نیک نتائج ہی پیدا کرتا ہے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کُنْ [1] کا مقام دیا جاتا ہے ۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے متعلق رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کئی لوگ پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوتے ہیں ، اُن کے بال بکھرے ہوتے ہیں مگر وہ کہہ دیتے ہیں کہ خدا کی قسم ! ایسا نہیں ہو گا اور وہ نہیں ہوتا اور ایسا ہوگا اور وہ ہو جاتا ہے ۔ [2]

رسول کریم ﷺ کے پاس کوئی شخص آیا اور اس نے کہا فلاں عورت نے میری پھوپھی کے دو دانت توڑ دیئے ہیں اس لئے اس کے دانت بھی توڑ دیئے جائیں ۔ توڑنے والی عورت کی طرف سے اس کا جو رشتہ دار بات کر رہا تھا اس نے کہا کہ غلطی ہوگئی ہے معاف کر دو اور رسول کریم ﷺ نے بھی سفارش کی لیکن دوسرے کو کچھ ایسی ضد تھی کہ وہ برابر انکار کرتا رہا اور یہی کہتا رہا کہ شریعت نے

اجازت دی ہے اس لئے میں اسے سزا دلواؤں گا۔ رسول کریم ﷺ نے بھی سفارش کی مگر وہ نہ مانا جب تمام کوششیں اسے معافی پر آمادہ کرنے کی بیکار ثابت ہوئیں تو اس عورت کے رشتہ دار نے کہا کہ خدا کی قَسم ! اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔ اس کے اس فقرہ میں غرور نہ تھا اور نہ یہ مطلب تھا کہ اب اس کی طرف سے ہم لڑیں گے بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ پر یقین کا اظہار تھا۔ اس سے دوسرے فریق پر اس قدر اثر ہوا کہ اس نے کہا کہ اچھا میں معاف کرتا ہوں گویا جو اثر رسول کریم ﷺ کی سفارش نے بھی نہ کیا تھا وہ اس فقرہ نے کر دیا۔ تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بعض لوگ خستہ حال ہوتے ہیں نہ ان کے تن پر کپڑا ہوتا ہے نہ انہیں کھانے کو میسر آتا ہے لیکن وہ قَسم کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی قَسم کو پورا کرتا ہے تو اس صحابی نے جب یہ بات کہی اسوقت کون سی عقل کام کر رہی تھی ؟ یہ جذبات ہی تھے جن کے ماتحت اس نے یہ قَسم کھائی عقل تو اس کی مخالف تھی لیکن اس وقت وہ جذبات کے تابع ہوگئی تھی ۔ یہ مقام بعض لوگوں کو دنیا میں بھی حاصل ہو جاتا ہے مگر ان کے سوا دوسرے لوگوں کے لئے بھی ضروری ہوتا ہے کہ دونوں چیزوں کو ایک ساتھ چلائیں تا اگر جذبات حد سے بڑھیں تو عقل روک دے اور جہاں انسان عزت اور غیرت سے بے بہرہ ہونے لگے وہاں جذبات اس کو تھام لیں اور اسے بتا دیں کہ یہ تمہاری غلطی ہے اور جب جذبات انسان کو ایسے رستوں پر لے جائیں کہ اصل مقصد فوت ہو رہا ہو تو عقل کا کام ہے کہ روک دے اور کہے کہ قدم اُٹھانے سے پہلے میری بات بھی سن لو۔ غرض ان دونوں طاقتوں کا مناسب اشتراک نہایت ضروری ہے ورنہ انسان یا تو عقل سے بے بہرہ ہو جائے گا یا جذبات سے خالی اور اس کی زندگی ناکامیوں کا ایک عبرت انگیز مرقعہ بن جائے گی ۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ حد سے زیادہ جذبات کے تابع ہو جاتے ہیں وہ عجیب احمقانہ حرکات کرنے لگتے ہیں ۔ کئی لوگوں کو دیکھا ہے جب غصہ آتا ہے اور وہ دیکھتے ہیں کہ دوسرے کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو اپنے بال نوچ ڈالتے اور گالوں کو پیٹ پیٹ کر زخمی کر لیتے ہیں ۔ ہمارے ملک میں ایک لطیفہ مشہور ہے کہ کسی نمبر دار نے کسی کا برتن مانگ کر لیا اور پھر جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے یا کسی اور وجہ سے اسے واپس نہ کیا۔ مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے بعد برتن کا مالک اس نمبر دار کے گھر میں گیا تو دیکھا کہ وہ اس میں ساگ ڈال کر کھا رہا ہے یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ چوہدری یہ تو ٹھیک نہیں ، تم نے شادی کے لئے برتن مانگا تھا اور اب اس میں ساگ کھا رہے ہو۔ اچھا مجھے بھی باپ کا بیٹا نہ کہنا اگر میں بھی

تمہارا برتن مانگ کر نہ لے جاؤں اور پھر اس میں نجاست ڈال کر نہ کھاؤں۔ یہ بات اس نے جذبات کے ماتحت کہی عقل کا اس سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس نے اتنا نہ سوچا کہ نجاست کھانے سے خود اسی کا نقصان ہوگا۔ ایسا ہی حال اُس شخص کا ہوتا ہے جو جذبات کو بالکل دبا دے اور خالی عقل کے پیچھے پڑ جائے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر ایک چیز کی ایک حد ہوتی ہے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی ایک مقررہ مقدار رکھی ہے جیسا کہ قرآن کریم سے یہ قانون صاف طور پر نظر آتا ہے جب وہ مقدار خرچ ہو جائے تو جیب خالی ہو جاتی ہے۔ پانی کو ہنڈیا میں ڈال کر جلاؤ تو وہ بھاپ بن کر اُڑ جائے گا۔ اور جس طرح دنیا میں ہر چیز کی مقدار ہوتی ہے اسی طرح جذبات کی بھی ہے۔ اگر انہیں اتنا استعمال کرو گے کہ وہ بھاپ بن کر اُڑ جائیں تو ہنڈیا خالی رہ جائے گی اور اصل کام کے وقت تمہارے پاس کچھ نہیں ہوگا۔ مگر عقلمند وہ ہے جو اپنے ذخیروں کو محفوظ کرتا ہے۔

جب انگلستان اور جرمنی کی لڑائی شروع ہوئی تو دونوں ممالک میں ایک شور مچ گیا۔ لنڈن کے لوگ جمع ہو کر بازاروں میں نعرے لگاتے پھرتے تھے کہ "Down wiht Germany" جرمن کہتے تھے "Down with England" لیکن کیا تم سمجھتے ہو جرمنی کو شکست دینے والے وہ لوگ تھے جو انگلستان میں یہ نعرے لگاتے پھرتے تھے۔ یا انگلینڈ کو زخم پہنچانے والے وہ لوگ تھے جو جرمنی میں اس قِسم کے نعرے لگاتے تھے۔ نہیں بلکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے جب سنا ہمارے قومی احترام پر حملہ کیا گیا ہے تو کہا بہت اچھا۔ اب کام کا وقت آ گیا ہے، انہوں نے اپنے جوشوں کو اپنے سینوں میں رکھا اور کام میں لگ گئے اور اپنے ارادوں کو پورا کر کے دکھا دیا۔ جرمن تھوڑے تھے اور ان کے پاس اتنے سامان بھی نہ تھے اس لئے اتحادیوں کو شکست نہ دے سکے۔ مگر انہوں نے انگلستان اور دوسرے اتحادیوں کو سخت زخم لگایا اور انگلینڈ اور اس کے اتحادی چونکہ تعداد اور سامان میں زیادہ تھے اس لئے انہوں نے جرمنی کو کچل دیا۔ جنگ کے بعد ایک بڑے جرمن تاجر کا خط میرے نام آیا اس زمانہ میں جرمن چاروں طرف ہاتھ مار رہے تھے کہ کوئی راہ امداد کی ہے؟ اس خط میں اس نے لکھا تھا کہ ہمارے ملک میں بہت قحط ہے اور مصائب کے بادل ہیں کیا ہندوستان کے لوگ ہمارے کھانے کے لئے کوئی چندہ دے سکتے ہیں؟ پھر اس نے لکھا تھا کہ جو تاوان ہم پر ڈالا گیا ہے ہم تیار ہیں کہ جس طرح بھی ہو اسے ادا کر دیں لیکن معلوم نہیں وہ کتنا ہے (اُس وقت تک اتحادیوں نے جرمنی پر تاوان لگا تو دیا تھا مگر

رقم معیّن نہ کی تھی بلکہ کہا تھا کہ جرمنی کی طاقت کو دیکھ کر مقرر کی جائے گی۔) تو اس جرمن تاجر نے لکھا کہ ہم تو کام کرنے کے لئے تیار ہیں، ہم میں سے ہر شخص نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ جس طرح بھی ہو وہ محنت کر کے یہ روپیہ ادا کر دے گا۔ تا ہمارا ملک آزاد ہو مگر مشکل یہ ہے کہ ہمیں بتایا نہیں جاتا کہ ہم نے کیا ادا کرنا ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ اگر بغیر رقم کی تعیین کے ہم لوگ تاوان ادا کرنے لگیں تو اسے ہمیشہ بڑھایا جاتا رہے گا لیکن اگر بتا دیا جائے تو ہمیں ادائیگی میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ ان کی یہ قوتِ ارادی ہی تھی جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج وہی جرمنی جسے کُچلا گیا تھا اور جسے کہا گیا تھا کہ تم یہ نہیں کر سکتے وہ نہیں کر سکتے۔ وہ کہتا ہے میں سب کچھ کروں گا کون ہے جو مجھے روک سکے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اس پر پابندیاں عائد کی تھیں وہ ایک دوسرے کے منہ کی طرف دیکھتے ہیں اور ایک کہتا ہے میں کچھ نہیں کر سکتا اور دوسرا بھی کہتا ہے میں کچھ نہیں کر سکتا اور جرمن چیلنج دے کر اور دندنا کر جو چاہے کرتا ہے اور اتحادی اسے روک نہیں سکتے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس نے اپنے جذبات کو روک کر رکھا، اس نے ایک عہد کیا جسے بھولا نہیں، اس نے نہ اپنی طاقتوں کو ضائع کیا اور نہ بے غیرتی دکھائی۔ طاقت کا ضائع کرنا قوتِ عملیہ کو مٹا دیتا ہے اور بے غیرت کہتا ہے بہت اچھا جو کرنا ہے کر لو لیکن سمجھدار آدمی کا یہ کام ہے کہ وہ صاف کہہ دیتا ہے کہ جو ظلم کیا جا رہا ہے میں اسے پسند نہیں کرتا اور اس پر راضی نہیں ہوں مگر میں کچھ کر کے دکھاؤں گا زیادہ باتیں پسند نہیں کرتا۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ پروٹسٹ نہیں کرنا چاہئے یا اپنے جذبات کا اظہار نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ ہے کہ جذبات کا اظہار اس قدر نہیں ہونا چاہئے کہ اسی میں دل تسلّی پالے۔ کئی بچوں کو دیکھا ہے کہ شام کو اپنے ہم جولیوں سے خوب لڑیں گے، خوب گالیاں دیں گے، پھر روتے روتے سو جائیں گے اور صبح اٹھ کر بغیر کسی بات کے ایک دوسرے سے کھیلنے لگ جائیں گے کیونکہ وہ اپنا بخار گالیوں سے نکال چکے ہوتے ہیں۔ پس میرا مطلب یہ ہے کہ جذبات کے اظہار پر ہی بس نہ کر دو بلکہ دنیا کو بتا دو کہ اس سال نہیں تو اگلے سال، دس، بیس، پچاس، سو، بلکہ ہزار دو ہزار سال میں بھی ہم بدلہ لے کر چھوڑیں گے مگر وہ بدلہ شریفانہ ہوتا ہے جیسا بدلہ کہ انبیاء کی جماعتیں ہمیشہ لیتی آئی ہیں اور دشمن کو بتا دیں گے کہ ہمارا جوش محدود وقت کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے مؤمن ہمیشہ دشمن کی شرارت کو یاد رکھتا ہے اور کوئی چیز اس کے ذہن سے دشمن کی شرارت کو نہیں مٹا سکتی مگر دشمن کی اصلاح یا اس کا معافی مانگنا۔ جب دشمن اصلاح کر لے یا معافی طلب کر لے تو مؤمن اسی کو

کافی سزا سمجھ لیتا ہے لیکن یہ حالت مؤمن کی دینی اور اجتماعی امور کے متعلق ہوتی ہے۔انفرادی اعمال میں وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ وہ ایسے موقع پر ذاتی جذبات کو نظام پر قربان کر دیتا ہے اور عفو اس کے اعمال پر غالب رہتا ہے۔اس تمہید کے بعد اب یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ حملہ جو میاں شریف احمد صاحب پر کیا گیا ہے ہمیں عقل و جذبات کا توازن قائم رکھتے ہوئے اس کے متعلق یہ سوچنا چاہئے کہ یہ انفرادی فعل تھا یا سازش کا نتیجہ تھا۔انفرادی افعال مؤمن کو بھلا دینے چاہئیں۔کئی لوگ معمولی جوش کی حالت میں کوئی فعل کر بیٹھتے ہیں اور اپنے حق سے زیادہ بدلہ لے لیتے ہیں۔کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک آدمی جوش میں آیا مگر دوسرے نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور چپ رہا تو وہ غصہ میں بھرا ہوا آ کر کسی اور سے لڑنے لگ گیا۔مجھے ایک بڑے فلاسفر کی بات یاد ہے جس نے لکھا ہے کہ بہت سی پھانسیاں جن کا حکم عدالتوں سے دیا جاتا ہے مگر وہ فیصلہ عدالت کا نہیں ہوتا بلکہ عدالت کرنے والوں کی بیویوں کا ہوتا ہے۔مجسٹریٹ بیوی سے لڑ کر آتا ہے اور مقدمہ سنتے ہی ذرا سا بھی ثبوت اگر نظر آیا تو جھٹ سزا دے دیتا ہے اس لئے کہنا چاہئے کہ وہ فیصلہ اس کا نہیں بلکہ اس کی بیوی کا ہوتا ہے۔پس دیکھنا چاہئے کہ یہ فعل کیسا تھا ؟ اسے انفرادی فعل سمجھا جائے یا سازش کا نتیجہ۔جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس فعل کی نوعیت بتاتی ہے کہ یہ فعل انفرادی نہیں تھا، نہ کوئی جھگڑا ہوا نہ فساد اور نہ حملہ آور سے کوئی لین دین کا معاملہ تھا راستہ چلتے چلتے اس شخص نے حملہ کر دیا۔اب سوال یہ ہے اگر یہ فعل انفرادی نہ تھا تو پھر کیا یہ فعل صرف انگیخت کا نتیجہ تھا یا سازش کا۔ہم دیکھتے ہیں کہ بعض دفعہ انسان کسی کو کہتا تو کچھ نہیں مگر ایسی جوش کی باتیں کرتا ہے کہ دوسرے کو خواہ مخواہ غصہ آ جاتا ہے اور وہ کوئی ناروا حرکت کر بیٹھتا ہے یہ تو ہے انگیخت۔اور سازش یہ ہے کہ کسی خاص آدمی کو خاص کام کے لئے متعین کر دیا جاتا ہے۔اور یہ ظاہر ہے کہ اس فعل میں انگیخت ضرور تھی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ گزشتہ ایام میں قادیان میں ایسی تقریریں کی گئیں جن میں بار بار سلسلہ کے ارکان اور مقدس مقامات پر حملہ کی تحریکیں کی گئی تھیں۔ہمیں اس کی رپورٹیں برابر پہنچتی رہی ہیں اور اگر میں غلطی نہیں کرتا تو حکومت کے پاس بھی ضرور پہنچی ہوں گی کیونکہ اس کے ایجنٹ بھی یہاں موجود ہیں۔ان تقریروں میں صاف لفظوں میں ہمارے خاندان کا نام لے لے کر اور مقدس مقامات کا نام لے لے کر جوش دلایا گیا۔پس اگر اس کے لئے کوئی باقاعدہ سازش نہ کی جاتی تو ان تقریروں کے نتیجہ میں بھی بہت حد تک اس قسم کے حملہ کا امکان تھا لیکن میں بتاتا ہوں کہ

معاملہ اس سے بھی بڑھ کر ہے اور یقیناً سازش کا نتیجہ ہے۔ آج سے دو ماہ پہلے سے مجھے اطلاعات مل رہی تھیں کہ احمدی زعماء پر عموماً اور میرزا شریف احمد صاحب پر خصوصاً حملہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ان رپورٹوں میں اس گلی کا ذکر بھی تھا جہاں حملہ ہوا، پھر اس رپورٹ میں تجاویز تک بتا دی گئی تھیں اور لکھا تھا کہ ایک تجویز تو یہ ہے کہ ایک آدمی لٹھ لے کر حملہ کر دے اور ایک یہ تجویز بھی تھی کہ عورتیں رستہ میں کھڑی ہو کر گالیاں دیں اور پھر چمٹ جائیں اور گھسیٹ کر اندر لے جائیں اور کہیں کہ ہم پر حملہ کیا تھا۔ پہلے جب یہ رپورٹ پہنچی تو ہم نے اسے افواہ سمجھا لیکن جب مختلف ذرائع سے یہ خبر پہنچی تو اخبار الفضل میں ایک نوٹ دے دیا گیا اور ۲۷ رجون کو سرکاری افسروں کو بھی اس کی اطلاع دے دی گئی۔ چیف سیکرٹری، انسپکٹر جنرل پولیس اور مقامی حکام کو بھی اطلاع کر دی گئی اور یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ سازش تھی۔ ہماری اطلاعات میں گلی کا بھی ذکر تھا بلکہ کئی آدمیوں کا جو اس سازش میں حصہ لے رہے ہیں۔ ساتھ ہی حملہ کے ذرائع کا بھی ذکر تھا اور غرض یہ بھی بتائی گئی تھی کہ احمدی جوش میں آ کر حملہ کریں گے اس پر انہیں نیز ان کے ہمدرد حکام کو یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ احمدیوں نے حملہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسکی ایک غرض یہ بھی تھی کہ اس طرح فساد کرا کے سیشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف ہم جو اپیل کرنا چاہتے ہیں اس کے خلاف مواد مہیا کیا جائے اور چونکہ ہماری پہلی تاریخ میں اس قسم کی کوئی بات ملتی نہیں اور اس کی تائید میں کوئی دلیل نہیں اس لئے نئی دلیل پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس وقت میں نہیں کہہ سکتا کہ اس میں حکام کا بھی کوئی دخل تھا یا نہیں اور نہ اس کے متعلق کوئی رپورٹ مجھے پہنچی ہے ہاں احرار کے متعلق پہنچتی رہی ہیں۔ پس اس حملہ کا اندازہ اس امر سے نہیں ہونا چاہئے کہ کرنے والا کون تھا اور جس پر کیا گیا وہ کون؟ بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ کس ارادہ کے ماتحت یہ کیا گیا۔ یہ حملہ ایک معزز احمدی پر ایک ذلیل آدمی کی طرف سے ہونے کی وجہ سے ہی اس کی اہمیت نہیں بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ اس کا مقصد کیا تھا؟ اس کا مقصد یقیناً یہی تھا کہ قادیان میں فساد کرایا جائے، لڑایا جائے اور جماعت احمدیہ کو بدنام کیا جائے۔ وہ لاٹھی جو چلائی گئی وہ اس غرض سے تھی کہ سینکڑوں ہزاروں جسموں پر لاٹھیاں پڑیں پس ان لاٹھیوں کی اہمیت اسی حملہ پر ختم نہیں ہو جاتی۔ اگر اتفاقاً اس حملہ کے وقت اور احمدی ساتھ چل رہے ہوتے یا اگر خود مرزا شریف احمد ہی جوش میں آ جاتے تو وہاں دوسرے احراری بھی بیٹھے تھے فوراً یہ ایک قومی لڑائی بن جاتی اور پھر حکومت کے پاس رپورٹ چلی جاتی کہ اس

طرح احمدیوں نے حملہ کیا اور بلوہ ہو گیا۔ میں تمہارے اندر یہ روح پیدا کرنا نہیں چاہتا کہ اگر کوئی شخص تم کو مارے بھی تو تمہارا بولنا مفادِ سلسلہ کے لئے مُضِر ہے۔ جماعتوں میں لوگ پکڑے بھی جاتے ہیں، پیٹے بھی جایا کرتے ہیں اور قید بھی ہو جاتے ہیں لیکن اس کو نظر انداز کر کے میں جس پہلو کو لے رہا ہوں وہ یہ ہے کہ اس حملہ کی غرض یہ تھی کہ فساد کر کے جماعت احمدیہ کو بدنام کیا جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ جماعت احمدیہ فساد کرتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہؤا کہ وہ دشمن جو ہمیں ذلیل کرنا چاہتا تھا خود دنیا کی نظروں میں ذلیل ہو گیا۔ دشمن کی شدید انگیخت کے باوجود یہاں امن قائم رہا۔ گویا صیاد نے جو دام ہمارے لئے بچھایا تھا وہ خود اس کا شکار ہو گیا۔ جب دنیا کے سامنے یہ بات آئے گی کہ اس حملہ سے پہلے ہمیں اس کی اطلاع تھی اور ہم نے حکومت کو بھی اس کی اطلاع دے دی تھی جس نے قطعاً کوئی کارروائی نہیں کی اور وہ یہ واقعات پڑھے گی کہ ایک ذلیل گداگر جس کی ساری عمر احمدیوں کے ٹکڑوں پر بسر ہوئی ہے، مرزا شریف احمد صاحب پر حملہ آور ہؤا اور احمدی پھر بھی خاموش رہے تو وہ وقت تمہاری فتح کا ہو گا۔ ہماری جماعت تاریخی جماعت ہے، آئندہ کوئی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی جب تک وہ جماعت احمدیہ کی تاریخ کا ذکر نہ کرے اور یہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے سب دنیا پر چھا جانے والی ہے پس جو کچھ تم سے ہو رہا ہے اس کا بدلہ تاریخ لے گی۔ اور آج جو لوگ تمہارے حقوق تلف کر رہے ہیں ان کی نسلیں انہیں گالیاں دیں گی کیونکہ کون ہے جو اپنے آباء کی شرارتوں کا ذکر تاریخوں میں پڑھ کر شرمندہ نہیں ہوتا۔ بے شک آج لوگ ہم پر ظلم کر کے ہنستے ہیں جس طرح رسول کریم ﷺ پر اونٹوں کی اوجھڑی ڈالنے والے ہنستے تھے۔ ان لوگوں کو کیا معلوم تھا کہ ان کی اس حرکت کو ہزارہا سال تک یاد رکھا جائے گا اور یہ ہمیشہ کے لئے ان کی ناک کاٹنے کا موجب ہو جائے گی۔ آج بھی ہمارے دشمن اور بعض حکام خوش ہوتے ہیں اور اسے ایک کھیل سمجھتے ہیں مگر انہیں کیا معلوم کہ یہ باتیں تاریخوں میں آئیں گی۔ بڑے سے بڑے مؤرخ کے لئے یہ ناممکن ہو گا کہ ان واقعات کو نظر انداز کر دے کیونکہ ان کے بغیر اس کی تاریخ نامکمل سمجھی جائے گی۔ پڑھنے والے ان باتوں کو پڑھیں گے اور حیران ہوں گے ان لوگوں کی انسانیت پر جنہوں نے یہ افعال کئے اور حیران ہوں گے ان حکام کے رویہ پر جنہوں نے علم کے باوجود کوئی انتظام نہ کیا اور آنے والی نسلوں کی رائے ان کے خلاف ہو گی، ان کی وہ چیز جس کے لئے انسان جان کی قربانی بھی کر سکتا ہے یعنی نیک نامی برباد ہو جائے گی۔ پس

جو چال احرار ہمارے خلاف چلے تھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ اُلٹ کر انہی پر پڑی اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے ان کے شر سے محفوظ رکھا۔

تیسری بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ میں شعائر اللہ کی تعظیم سے ناواقف نہیں ہوں۔ میں جب رسول کریم ﷺ کے زمانہ کی تاریخ پڑھتا ہوں اور آپ کی وفات کے بعد ظہور میں آنے والے افسوسناک واقعات کا مطالعہ کرتا ہوں، جب صحابہ میں اختلاف ہوا اور باہم لڑائیاں ہوئیں اور اس واقعہ پر پہنچتا ہوں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ایک جنگ میں شریک ہوئیں تو باوجود اس کے کہ میرا عقیدہ ہے کہ اس معاملہ میں حضرت علیؓ حق پر تھے اور یہ بھی کہ آپ کے مخالف غلط فہمی کا شکار تھے۔ حضرت علیؓ اس وقت کے حالات کے لحاظ سے بہت حد تک صحیح اور حق بجانب تھے اور اگر اس وقت ان سے کوئی غلطی ہوئی بھی ہو تو وہ اتنی ادنیٰ ہے کہ ان حالات کے لحاظ سے اسے نظر انداز کر دینا چاہئے مگر باوجود اس کے جب میں یہ پڑھتا ہوں کہ حضرت علیؓ کے مقابل پر جو لشکر تھا اس کے پاؤں کو جمائے رکھنے والا صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وجود تھا اور وہ باوجود کمزور ہونے کے اس لئے نہ بھاگتا تھا کہ حضرت عائشہؓ اس کے ساتھ نہ بھاگ سکیں گی اور اس طرح ممکن ہے آپ کو کوئی گزند پہنچ جائے۔ حضرت علیؓ کے لشکر کے سردار بڑھ بڑھ کر حملے کرتے تھے مگر سمجھتے تھے کہ جب تک حضرت عائشہؓ ہودج میں بیٹھی ہیں بالمقابل لشکر کے سپاہی ایک ایک کر کے جان دے دیں گے مگر بھاگیں گے نہیں اس وجہ سے ان میں سے بعض نے یہ فیصلہ کیا کہ خواہ نتیجہ کچھ ہو حضرت عائشہؓ کے ہودج کو نیچے گرا دیا جائے جب وہ گر جائے گا تو مخالف لشکر خود بخود بھاگ جائے گا۔ اس فیصلہ کے مطابق جب حملہ شروع ہوا تو حضرت عائشہؓ کے لشکر کے سپاہی جن میں بڑے بڑے بزرگ صحابی تھے، جو اسلام میں بڑی بڑی وجاہتیں رکھتے تھے ایک ایک کر آگے آتے تھے اور جانیں دیتے تھے۔ اس وقت کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت زبیر جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے ان کے ایک لڑکے عبداللہ بن زبیر جن کو بعض لوگ پہلی صدی کا مجدد بھی کہتے ہیں حضرت علیؓ کے لشکر کے ایک بڑے سردار مالک کے ساتھ جو حملہ میں بہت زیادہ حصہ لے رہا تھا جا کر چمٹ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر مالک کو مار دیا جائے تو حضرت علیؓ کا لشکر کمزور ہو جائے گا اور حضرت عائشہؓ کو بچایا جا سکے گا اس لئے وہ اس سے چمٹ گئے مگر مالک بڑا مضبوط آدمی تھا اور یہ نحیف الجثّہ تھے اور صرف ایمانی طاقت کے ساتھ اس سے چمٹ گئے تھے۔ آخر کشمکش میں دونوں

اس طرح گرے کہ وہ نیچے تھے اور مالک اوپر اُس وقت انہوں نے جو شعر پڑھا وہ ان کی ایمانی حالت کو ظاہر کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ صحابہ کے دل میں شعائر اللہ کی کتنی تعظیم تھی۔ آپ نے کہا

اُقْتُلُوْنِیْ وَمَالِکًا اُقْتُلُوْا مَالِکًا مَعِیْ [۳]

یعنی اے دوستو! مالک کو قتل کرنے سے اس لئے نہ جھجکو کہ وہ میرے اوپر ہے اور اس کو مارنے سے میں بھی مارا جاتا ہوں۔ تم میری موت کا فکر نہ کرو مجھے بھی مار دو اور مالک کو بھی مار دو اور ہم دونوں کا اکٹھا خاتمہ کر کے اِس وقت حضرت عائشہؓ کی حفاظت کرو۔ جب میں اس واقعہ کو پڑھتا ہوں تو باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مؤمنوں کا خلیفہ بنایا ہے میرے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ کاش! میں بھی اُس وقت ہوتا اور حضرت عائشہؓ کی حفاظت کرتا۔ پس میں شعائر اللہ کی تعظیم سے آگاہ ہوں اور جانتا ہوں کہ ان کی کیا اہمیت ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول ایک دفعہ نواب صاحب کی کوٹھی میں کسی مریض کو دیکھنے یا کسی اور کام کے لئے گئے تو اسی گلی میں جس میں یہ حادثہ ہوا ہے گھوڑی جس پر آپ سوار تھے بدک گئی اور آپ نیچے گر گئے جس سے سر پر چوٹ آئی اور دماغ کو بھی صدمہ پہنچا۔ اس سے آپ بار بار بے ہوش ہو جاتے تھے مجھے اطلاع ملی تو تیمارداری کے لئے میں بھی وہاں جا بیٹھا اور دیر تک وہیں بیٹھا رہا اُس دن میرا لڑکا ناصر احمد سخت بیمار تھا اسے پیچش تھی اور اس میں کثرت سے خون آتا تھا اور مرض یہاں تک بڑھ گیا تھا کہ خطرہ تھا کہ وہ بچے گا نہیں۔ مجھے حضرت خلیفہ اول کے پاس بیٹھے بیٹھے جب بہت دیر ہوگئی تو چونکہ ماں کو اپنے بچہ سے بہت محبت ہوتی ہے میری بیوی کی طرف سے بار بار پیغام آنے لگا کہ بچہ کی حالت نازک ہے جلد آؤ۔ شام کے قریب حضرت خلیفہ اول کو ہوش تھا اُس وقت بھی کسی نے آکر اونچی آواز سے مجھے پیغام دیا مگر میں نے اُسے گھور کر دیکھا کہ چلے جاؤ۔ اس کے بعد آپ پر پھر غنودگی طاری ہوگئی اور اس کے تھوڑی دیر بعد پھر آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا میاں! تم اب تک یہاں بیٹھے ہو۔ میں نے سمجھا آپ کا یہ مطلب ہے کہ اِس دَوران میں کہیں گئے تو نہیں۔ میں نے کہا ہاں میں برابر یہیں بیٹھا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے ابھی کسی کو یہ کہتے سنا ہے کہ ناصر احمد کی حالت خراب ہے تم گئے نہیں؟ پھر آپ نے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو وہ تمہارا بیٹا ہے میں اسے اس نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ میں اس نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پوتا ہے جاؤ چلے جاؤ۔

پس میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اپنے شعائر میں داخل کرتا ہے تو اس کی تعظیم کو اپنی تعظیم سمجھتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ[4] یہ بات اللہ تعالیٰ کے تقویٰ میں شامل ہے۔ اور اس کی وجہ سے تمہیں کتنا بھی جوش آئے میں اسے ناجائز نہیں سمجھتا۔ پھر میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ حملہ میاں شریف احمد صاحب پر اس لئے تھا کہ اس سے جوش میں آ کر جماعت احمدیہ ان پر حملہ کر دے۔ میاں شریف احمد صاحب پر یہ حملہ ان کی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ احمدیت کی وجہ سے تھا اس لئے علاوہ شعائر اللہ پر حملہ ہونے کی وجہ کے اگر جماعت اس کے متعلق کچھ نہ کرتی تو وہ سخت بے غیرت ہوتی۔ ہماری جانیں رسول کریم ﷺ کے مقابل پر کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ نے ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں بھیجا کہ صلح کی کوشش کریں اور اہل مکہ کو اس امر پر راضی کریں کہ مسلمانوں کو عمرہ کر لینے دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بات چیت میں دیر لگ گئی، بحث نے طول کھینچا اور وہ شام تک واپس نہ آ سکے۔ رسول کریم ﷺ کو اس کا بہت خیال تھا کہ دیر زیادہ ہوگئی ہے، اتنے میں بعض شرارتیوں نے مشہور کر دیا کہ حضرت عثمانؓ مارے گئے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا میں نے عثمانؓ کو بھیجا تھا افواہ ہے کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے، یہ میرا ہاتھ ہے کون ہے جو اس پر موت کی بیعت کرتا ہے؟ صحابہ آئے اور انہوں نے بیتابانہ اپنے ہاتھ رکھ دیئے پھر آپ نے دوسرا ہاتھ نکالا اور فرمایا یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ اگر وہ آج یہاں ہوتے تو وہ بھی ضرور بیعت کرتے اس لئے یہ ہاتھ ان کی طرف سے مَیں رکھتا ہوں۔[5] وہ بیعت ایسی تھی کہ صحابہ کہتے ہیں ہم تلواروں کے کندے مار مار کر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے اور ایک دوسرے کی گردنوں پر چڑھ کر بیعت کر رہے تھے۔ سو میں تسلیم کرتا ہوں کہ قومی غیرت چاہتی ہے کہ جب قومی وجہ سے حملہ کیا جائے تو سب اسے مٹائیں۔ میں مانتا ہوں کہ جو قوم شعائر اللہ کی عظمت نہیں کرتی وہ مٹادی جاتی ہے مگر تم اس بات کو کبھی نہ بھولو کہ یہ حملہ تھا کیوں؟ یہ اس لئے تھا کہ جماعت کو بدنام کیا جائے اور تمہارا فرض ہونا چاہئے کہ سلسلہ کے نیک نام کو قائم رکھو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم بزدل ہیں، گورنمنٹ بھی اچھی طرح جانتی ہے کہ ہم بزدل نہیں ہیں، اسے خوب معلوم ہے کہ کس طرح ہمارے آدمیوں نے کابل میں جانیں دیں، کیا ان واقعات کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم موت سے ڈرتے ہیں۔ ایک یورپین کی کتاب

میں لکھا ہے جو اُس زمانہ میں وہاں اٹلی کا ایک انجینئر تھا کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو صرف اس لئے سنگسار کیا گیا تھا کہ وہ جہاد کے مخالف ہیں ۔[۶] اور اس طرح گویا انگریزی حکومت کو طاقت پہنچاتے ہیں ۔ پس جس قوم کے افراد انگریزوں کے لئے جانیں دے سکتے ہیں کیا وہ دین کی خاطر نہیں دے سکتے ۔ جو قوم غیروں کے ملک کو فساد سے بچانے کے لئے جانیں دے سکتی ہے وہ دین کی حُرمت کے لئے کیوں نہ دے گی ۔ پس یہ غلط ہے کہ ہم دشمنوں سے یا حکومت سے ڈرتے ہیں ۔ ہم فساد سے صرف اس لئے بچتے ہیں کہ ہمارا مذہب ہمیں کہتا ہے کہ فساد مت پھیلاؤ ۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اسی وقت نسل انسانی پر اعتراض کیا گیا تھا کہ یہ فساد کرے گی مگر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا یہ کام مقرر کیا کہ وہ فساد کو دُور کریں ۔ پھر ہم کیوں شیطان کے اعتراض کو زندہ کر کے آدم کو جھوٹا ہونے دیں ۔ مجھے معلوم ہے کہ قرآن کریم میں فرشتوں کے منہ سے یہ اعتراض دُہرایا گیا ہے اور وہ آیات میرے ذہن میں ہیں مگر باوجود اس کے میں کہتا ہوں کہ وہ شیطانی اعتراض تھا ۔ فرشتوں نے دنیا کے خیالات کو وہاں دُہرایا ہے کہ لوگ ایسا کہتے ہیں یا کہیں گے ورنہ ہم تو حضور کے ہر فعل کو اعتراض سے بالا سمجھتے ہیں ۔ پس اصل اعتراض شیطان کا تھا کہ آدم فساد کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آدم کی اولاد فساد نہیں کرے گی بلکہ شیطان کی اولاد کرے گی اور اس کا ثبوت تمہیں دکھاتا ہوں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کی پیدائش پر سجدہ کرو ، انہوں نے سجدہ کیا مگر شیطان نے انکار کر دیا ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے دیکھ لیا فساد تم کرتے ہو یا وہ ۔ آدم نے جب غلطی کی نسیان کے ماتحت کی مگر شیطان نے بغاوت سے مقابلہ کیا ۔ پس ہمارا کام یہ ہے کہ دنیا پر ثابت کر دیں کہ ہم فسادی نہیں ہیں اور اس اصل کے قیام کے لئے قربانیاں کریں مگر ساتھ ہی اپنی غیرت کو نہ مرنے دیں ۔ میں جانتا ہوں یہ بہت نازک معاملہ ہے ، یہ تلوار کی دھار پر چلنا پڑتا ہے مگر مؤمن کو تلوار کی دھار پر چلنا ہے اور تمہارا فرض ہے کہ ثابت کر دو کہ تم تلوار کی دھار پر چل سکتے ہو ۔ ایک طرف غیرت ہے اور دوسری طرف فساد سے بچنا ۔ یہ حملہ تمہیں بتاتا ہے کہ تمہارا دشمن کس حد تک گر چکا ہے ۔ یہ تمہیں ہوشیار کرتا ہے کہ تمہیں کس قدر وسیع النظر ہونا چاہئے ۔ وہ شرارت سے تمہاری توجہ کو اپنی طرف پھیرنا چاہے گا ۔ مگر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے مجھے خبر دے رکھی ہے تمہارا فرض یہی ہے کہ '' خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ '' کہتے ہوئے چلتے جاؤ ۔

چوتھی بات یہ ہے کہ دو باتیں اور ایسی ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اوّل یہ کہ جیسا کہ اطلاعات بتاتی ہیں اس حملہ کو یہیں تک محدود نہیں سمجھنا چاہئے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ ناظروں اور ہمارے خاندان کے دوسرے ممبروں اور ہمارے خاندان کی عورتوں اور دوسری احمدی عورتوں پر حملوں کے امکانات ہیں۔ اور مقاماتِ مقدسہ پر حملہ کی انگیخت تو تقریروں میں صاف موجود ہے اس لئے ہم اسے معمولی نظر سے بھی نہیں دیکھ سکتے۔ یہ ایک کڑی ہے ایک زنجیر کی، اُسی دن جس دن مرزا شریف احمد صاحب پر حملہ کیا گیا، ایک احمدی دکاندار کو بھی زدوکوب کیا گیا اور اس وجہ سے اگر ہم بالکل خاموش رہیں تب بھی گزارہ نہیں ہوسکتا۔ دشمن چاہتا ہے کہ اگر ہم اس کے حملوں کا جواب حملہ سے دیں تو وہ ہمیں ہمارے مخالف حکام کی مدد سے مجرم بنائے اور ہماری روایات کو باطل کرے اور اگر ہم حملہ کا جواب حملہ سے نہ دیں اور صبر کریں تو وہ اس حد تک ہمیں تنگ کرے کہ احمدیت کو دنیا کی نِگہ میں بے غیرت ثابت کردے۔ پس ان حالات میں اگر ہمیں خون کا آخری قطرہ بھی ان شرائط کے ماتحت جو میں بیان کر چکا ہوں گرانا پڑے تو اس سے ہمیں دریغ نہ ہونا چاہئے۔ ہمارا پچھلا تجربہ بتاتا ہے کہ ہم ایسے ماحول میں ہیں کہ حکومت بھی ہماری طرف توجہ نہیں کرسکتی۔ اس کے سامنے ہم دس دن پہلے حالات رکھ چکے تھے اور اسے دس دن کا وقفہ انتظام کے لئے مل گیا تھا لیکن اس عرصہ میں وہ کوئی انتظام نہیں کرسکی لیکن اس کے مقابل میں زمیندار میں ایک جھوٹی خبر شائع ہوتی ہے کہ کسی شخص نے مولوی ظفر علی کو لکھا ہے کہ تم ۱۱ر دسمبر کو مار دیئے جاؤ گے اور ان کی حفاظت کے لئے پولیس کی جمعیت سی۔آئی۔ڈی کا سپرنٹنڈنٹ اور تمام دوسرے افسر آموجود ہوتے ہیں۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ انسپکٹر جنرل پولیس بھی فون پر دریافت کرتے رہے گویا حکومت کو اُس دن سخت بے چینی تھی کہ حکومت کا یہ رُکن اور خیر خواہ و ہمدرد کہیں مارا نہ جائے یا اسے کوئی گزند نہ پہنچے لیکن سلسلہ احمدیہ کے معزز افراد جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے الہاموں میں جگہ دی ہے اور جن کی خاطر جماعت احمدیہ کا ہر فرد اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہے ان پر حملہ کی خبر دس دن قبل تمام افسروں کو بھجوادی جاتی ہے مگر کوئی کارروائی نہیں ہوتی۔ آئندہ کے لئے بھی میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی توجہ کی جائے گی یا نہیں اور ہوسکتا ہے کہ میرے اسی خطبہ کے ساتھ ہی یہ رپورٹ بھیج دی جائے کہ حالات پر پوری طرح قابو پالیا گیا ہے اور فساد کا کوئی خطرہ نہیں کیونکہ پچھلا تجربہ بتاتا ہے کہ بعض افسر بغیر کچھ کئے بھی نیک نامی کے خواہشمند رہتے

ہیں۔ کچھ عرصہ ہؤا ٹائمنز آف انڈیا جو انگریزی کا ایک وقیع اخبار ہے اس کا نمائندہ یہاں آیا میں نے اُسے بتایا کہ دو آدمی میرے قتل کے لئے یہاں آچکے ہیں جن پر یہ الزام ثابت ہے اور کئی ایسے ہیں جن پر یہ شبہ کیا گیا ہم نے حکومت کو ہر امر کی اطلاع دی ہے مگر اسکی طرف سے کوئی توجہ نہیں کی گئی لیکن زمیندار میں ایک جھوٹی خبر شائع ہونے پر اسقدر دَوڑ دھوپ کی گئی۔ اس نمائندہ کو اس انٹرویو کے بارہ میں اخبار کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ حکومت کا نقطہء نگاہ بھی معلوم کرے۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں جو نوٹ اس نے شائع کیا اس میں لکھا تھا کہ میں نے دوسری طرف سے بھی دریافت کیا ہے اور مجھے معلوم ہؤا ہے کہ امام جماعت احمدیہ کی حفاظت کا انتظام اندر اور باہر ہر طرح کیا گیا ہے۔ جب میں نے یہ پڑھا تو حیران ہوگیا کیونکہ حکومت کی طرف سے اس قسم کا ہرگز کوئی انتظام نہ تھا۔ اوّل تو جو حالت جوش کی ان دنوں ہمارے خلاف ہے اسکو دیکھتے ہوئے احراریوں کی پولیس پر بھی ہم اعتبار نہیں کر سکتے تھے لیکن یہ امر حقیقت کے بھی بالکل خلاف تھا نہ اندر نہ باہر میری حفاظت کے لئے حکومت کی طرف سے کوئی انتظام نہ تھا اور یہ بیان سراسر خلافِ واقعہ تھا۔ جب ہم نے اس کے خلاف بعض جگہ ذکر کیا تو ایک ذمہ دار پولیس افسر کی چِٹھی امور عامہ کو آئی، آپ بتائیں آپ لوگ امام جماعت احمدیہ کی حفاظت کے لئے اور مزید انتظام کیا چاہتے ہیں؟ امور عامہ نے جب سوال کیا کہ پہلے ہمیں مزید کے معنی سمجھاؤ کہ پہلے کیا انتظام ہے جس کی وجہ سے یہ مزید کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ تو اس سوال کا جواب حکومت نے آج تک نہیں دیا۔ غرض گو اِس وقت حکومت کو ہمارے متعلق اس قدر بدظن کر دیا گیا ہے کہ ہماری کسی بات پر توجہ مشکل ہی معلوم ہوتی ہے مگر پھر بھی ہمارا فرض ہے کہ اسے توجہ دلائیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو حکومت دی ہے تو شریعت کی حد بندیوں کے ساتھ ہمیں اس طرف متوجہ ہونا پڑے گا سوائے اس کے کہ حجت تمام کر دیں اور ناامید ہو کر اس سے صاف کہہ دیں کہ ہم تمہارا حکم تو بے شک مانیں گے مگر ہمیں آپ سے مدد کی کوئی امید نہیں اور اس وجہ سے آئندہ ہم تمہارا اور اپنا وقت ضائع نہیں کریں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سازش کے متعلق میں نے بیان کیا ہے کہ اس میں احراری لیڈر شامل ہیں اگر یہ انفرادی فعل ہوتا یا مقامی احمدیوں تک محدود ہوتا تو بھی اسے نظر انداز کیا جا سکتا تھا لیکن ہمارے پاس اس شبہ کی قوی وجوہ موجود ہیں کہ اس میں بعض بڑے لیڈر بھی شریک ہیں۔ اس حملہ سے چار پانچ روز قبل ہمیں ایک رپورٹ ملی کہ ایک بڑے احراری لیڈر

نے لاہور سے فلاں شخص کے نام قادیان میں خط لکھا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر تم احمدیوں کے بڑے آدمیوں پر حملہ کرو۔ یہ سب باتیں ہم اُسی وقت پیش کریں گے جب ایک آزاد کمیشن ان باتوں کی تحقیقات کے لئے مقرر کیا جائے گا۔ خط لکھنے والے کا نام، جس کی طرف خط لکھا گیا اس کا نام، انفارمر کا نام اور شاید اگر ضروری ہوا تو ایک انفارمر کی تحریر بھی ہم اس وقت پیش کر دیں گے۔ یہ وقوعہ سے پہلے کی رپورٹ ہے اور اس کے بعد حملہ ہوا۔ یہ دو باتیں نہایت اہم ہیں اور انہیں ہم نظر انداز نہیں کر سکتے اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وقوعہ ایک سلسلہ کی کڑی ہے اس لئے اسے بالکل معاف نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ میں آگے چل کر بحث کروں گا کہ ہم کو کیا کرنا چاہئے اور ہم کیا کریں گے لیکن یہ ظاہر ہے کہ اگر ہم اسے خاموشی سے برداشت کر لیں تو اس کے نتائج نہایت خطرناک ہوں گے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ سُم والا مضبوط اور موٹا ڈنڈا تھا اور اُس کی ضربوں کے نشانات بھی میں نے دیکھے ہیں ایک سات انچ اور ایک چار انچ لمبا تھا اور سوا یا ڈیڑھ انچ کے قریب چوڑا۔ یہ سر پر ضرب لگانے کے لئے حملہ کیا گیا تھا۔ آج ہی مجھے رپورٹ ملی ہے کہ ایک احراری نے کہا کہ اس نامعقول کو جس طرح کہا گیا تھا اس طرح اس نے کیا نہیں اور معمولی ضربیں لگا دی ہیں لیکن اب ہم مجبور ہیں کہ اس کی مدد کریں۔ اگر یہ روایت درست ہے تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نیت اور ارادہ قتل کا تھا اس لئے یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ نتیجہ کیا ہوا بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ ارادہ کیا تھا۔ اگر ایک شخص کسی پر بم پھینکے اور وہ بچ جائے تو اس سے حملہ کی اہمیت کم نہیں ہو جاتی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس نے بچا لیا اور اس شرارت کے بدنتائج سے جماعت کو محفوظ رکھا ورنہ نیت تو اس حملہ سے یہ تھی کہ دونوں قوموں میں خون ریزی ہو۔ پھر میں اس طرف بھی جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ ایسے مواقع پر یہ بھی ہوتا ہے کہ فساد ہو تو کئی بے گناہ مارے جاتے ہیں بلکہ ایسے مواقع پر ہمیشہ مارے ہی بے گناہ جاتے ہیں۔ لاہور میں ابھی فساد ہوا، دو سکھ مارے گئے حالانکہ ان کا کوئی قصور نہ تھا۔ انہیں شاید پتہ بھی نہ ہو کہ کوئی مسجد گرائی گئی ہے یا اخباروں سے پڑھ کر اگر کوئی خیال پیدا بھی ہوا ہو تو انہوں نے عملاً کوئی حصہ نہ لیا ہو اور جو مسجد گرانے والے ہیں وہ دندناتے پھرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں کے ہندوؤں، سکھوں کا ایک طبقہ شریر بھی ہے لیکن ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو گو کھلم کھلا ہماری تائید نہیں کرتا مگر شرارت میں شریک نہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کا ایک وفد میرے پاس آیا اور اس نے اس فعل پر سخت نفرت کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم نہیں

سمجھ سکتے کہ اگر شہر کے مالکوں پر اس طرح حملے ہونے لگیں تو ہم کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر فساد ہو جائے تو ایسے لوگوں کو بھی خواہ مخواہ نقصان پہنچ جاتا ہے۔سو اگر کسی ایسے آدمی کو نقصان پہنچے جس کا کوئی قصور نہ ہو تو یہ کس قدر گناہ ہوگا اور پھر جب اس قِسم کے فسادات ہوتے ہیں تو اور بھی کئی طرح کے نقصانات ہوتے ہیں۔مکانات جلا دیئے جاتے ہیں، دکانیں لوٹ لی جاتی ہیں اور غور کرو یہ کتنے گناہ کی بات ہے کہ ہمارے ہاتھ سے کسی ایسے شخص کو نقصان پہنچے جس کا کوئی قصور نہیں۔جانے دو اس امر کو کہ شریعت کا کیا حکم ہے لیکن کیا بے گناہوں کا مارا جانا ہی اس بات کے لئے کافی نہیں کہ فساد نہ کیا جائے۔ ایسے مواقع بڑے خطرناک ہوتے ہیں میں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ یہی ہندو جو اَب شرارت کر رہے ہیں پہلے بھی کیا کرتے تھے ایک دفعہ وہ کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح فساد ہو چنانچہ مشہور کر دیا گیا کہ لڑائی ہوگئی ہے اور نیّر صاحب مارے گئے ہیں اور بعض اور احمدی زخمی ہوئے ہیں اور اتفاقاً نیّر صاحب مدرسہ سے فارغ ہوکر اس طرف سے گزر رہے تھے۔اس خبر کے سنتے ہی لڑکے سٹکیں لے کر اس طرف کو اُٹھ دوڑے۔ میں اُس وقت حضرت (امّاں جان) کے دالان میں کھڑا تھا۔دَوڑنے کی آواز جو آئی تو میں عجوبہ کے طور پر دیکھنے کے لئے گلی کی طرف گیا اور لڑکوں کو دوڑتے ہوئے دیکھا ان کے آگے آگے ہمارے مبلغ جاوا مولوی رحمت علی صاحب تھے میں نے مولوی صاحب کو آواز دی کہ ٹھہرو مگر انہوں نے پرواہ نہ کی۔ پھر آواز دی خیر وہ ٹھہرے تو میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس وقت وہ تھر تھر کانپ رہے تھے اور کہنے لگے حضور! کئی احمدی مارے گئے ہیں۔ میں نے کہا تمہارا کام یہ نہیں تھا کہ اس طرف اٹھ بھاگتے بلکہ تمہیں چاہیئے تھا مجھے اطلاع دیتے۔اُس وقت قاضی عبداللہ صاحب یا کوئی اور دوست اس طرف سے گزر رہے تھے میں نے انہیں بھیجا کہ جا کر پتہ لگاؤ اور ان لوگوں کو اطمینان دلا کر میں خود ذرا ٹہلنے لگا۔اس پر پھر آہٹ ہوئی اور میں نے دیکھا تو یہ لوگ پھر بھاگ رہے تھے میں نے آواز دی مگر نہ ٹھہرے اور اسوقت تک وہ اس موڑ سے سات آٹھ گز کے فاصلہ پر پہنچ چکے تھے جو میاں بشیر احمد صاحب کے مکان کا ہے۔میں نے پھر آواز دی کہ ٹھہرو مگر وہ نہ ٹھہرے، پھر کہا ٹھہرو مگر انہوں نے پرواہ نہ کی، اُس وقت مجھے صرف ایک ہی علاج نظر آیا اور میں نے کہا کہ اگر ایک قدم بھی آگے بڑھے تو میں جماعت سے خارج کر دوں گا۔اِس پر وہ ٹھہر تو گئے مگر غصہ سے کانپ رہے تھے اور کہتے جاتے تھے حضور! احمدی مارے گئے۔میں نے کہا تم ذمہ دار نہیں ہو، میں

ذمہ دار ہوں ۔ اتنے میں وہ دوست جنہیں میں نے پتہ لینے کے لئے بھیجا تھا، واپس آ گئے اور کہا کہ نہ وہاں کوئی لڑائی ہے نہ فساد اور نہ کوئی آدمی ہے اور جب مَیں نے پتہ کیا کہ یہ لوگ دوبارہ کیوں دَوڑے تھے تو معلوم ہوُا کہ اسی منفنّی نے جس نے یہ خبر مشہور کی تھی چپکے سے آ کر کہا تھا کہ تم یہاں کھڑے رہو اور کئی احمدی اتنے میں مارے جائیں گے ۔ اگر یہ لوگ اس وقت بازار میں پہنچ جاتے تو بغیر سوچے سمجھے جو ہندو سامنے آتا اس کا سر پھوڑتے جاتے کیونکہ انسان جب جوش میں ہوتا ہے تو یہ نہیں دیکھتا کہ کون گنہگار اور کون بے گناہ ہے وہ کوئی کمیشن نہیں بٹھایا کرتا ۔ یہاں کئی ہندو اور سکھ ہیں جو ہم سے تعلقات رکھنا چاہتے ہیں مگر ظاہر نہیں کرتے پھر کئی ظاہر کر بھی دیتے ہیں اور کئی بے تعلق بھی رہتے ہیں اور فساد میں ایسے لوگوں کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے ۔ پس مؤمن کا حملہ اس رنگ میں ہوتا ہے کہ غیر مجرم کو نقصان نہ پہنچے اس لئے یہ مت خیال کرو کہ خدا نے تم میں مقابلہ کی طاقت نہیں رکھی ، رکھی ہے اور ضرور رکھی ہے مگر تمہارا حملہ اس رنگ میں ہونا چاہئے کہ اس میں شریعت اور قانون دونوں کا احترام پایا جائے ۔ اس کے علاوہ آپ لوگوں پر ایک اور ذمہ داری بھی ہے ۔ قادیان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا۔[۷] جو کوئی اس میں داخل ہوگا وہ امان پا جائے گا ۔ پس اگر ہم یہاں دشمن کو بھی ماریں تو گویا اپنے عمل سے اس الہام کی تردید کریں گے ۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے مکّہ کے متعلق فرمائی ہوئی ہے اور رسول کریم ﷺ نے نہایت نازک مواقع پر اس کا خیال رکھا ہے ۔ حتّٰی کہ وہ قوم جو انیس سال تک آپ پر ظلم کرتی رہی غور کرو یہ کتنا لمبا عرصہ ہے پھر مظالم بھی کوئی معمولی نہ تھے عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مار مار کر انہیں ہلاک کیا گیا ، مردوں کو ایک ٹانگ ایک اونٹ کے ساتھ اور دوسری دوسرے کے ساتھ باندھ کر چیر ڈالا گیا ، آنکھیں نکال لی گئیں ، مکّہ جیسے گرم علاقہ میں اُن پتھروں پر جو اِس قدر گرم ہو جاتے تھے کہ اُن پر روٹیاں پکائی جا سکتی تھیں ساری ساری گرمیاں مسلمانوں کو ننگے بدن لٹایا جاتا رہا حضرت بلال کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ آپ کا کپڑا اُلٹ گیا تو کسی نے دیکھا کہ کھال گینڈے کی طرح سخت تھی اور سیاہ تھی ۔ آپ سے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ جب ہم اسلام لائے تو گرم پتھروں پر سارا سارا دن لٹایا جاتا تھا اِس وجہ سے کھال چمڑے کی طرح ہوگئی ہے ۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود رسول کریم ﷺ جب ہزار ہا سپاہیوں کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکّہ کو روانہ ہوئے اور دشمن نے آپ کو اس سے روکا

اور مُصِرّ ہؤا کہ آپ کو عمرہ نہیں کرنے دیا جائے گا۔ تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر ہمیں گھٹنوں گھٹنوں تک خون میں سے بھی ہو کر گزرنا پڑے گا تو جائیں گے مگر ایک جگہ جا کر آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی اور باوجود اُٹھانے کے نہیں اُٹھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ حَبِسَہ' رَبُّ الْفِیْلِ واقعہ اصحاب الفیل کے وقت جس خدا نے ان کو روکا تھا اُسی نے اس وقت میری اونٹنی کو روک دیا ہے اور آپ وہیں ٹھہر گئے اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ مکّہ کو جنگ وجدال سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے اس لئے ہم اب زور سے مکّہ میں داخل نہ ہوں گے۔ [۸]

پس جب دشمن قادیان کا امن برباد کرنا چاہتا ہے تو ہم کیوں اس کے فریب میں آئیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر کسی احمدی کو میرے ان خیالات سے کہ ہمیں فساد سے بچ کر رہنا چاہئے اختلاف بھی ہو تب بھی اس کا فرض ہے کہ احرار سے قادیان میں نہ لڑے قادیان سے باہر جا کر ان سے لڑے کہ کم سے کم وہ اس گناہ کا مرتکب نہ ہو۔ دشمن کی غرض یہ ہے کہ وہ دَارُ الْاَمَان کو دَارُ الْفَسَاد ثابت کرے لیکن یہ ہمارا فرض ہے کہ اس کی ان چالوں میں نہ آئیں پس ہماری ذمہ واری بہت بڑی ہے اور غیرت کے اظہار کے لئے میں اور سامان تلاش کروں گا۔ پہلے بھی میں نے بتایا تھا کہ ایسے ذرائع ہیں کہ ہم قانون کے اندر رہتے ہوئے بدلہ لے سکتے ہیں لیکن چونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے میں آئندہ خطبوں میں ان کا ذکر کروں گا۔ سرِ دست کام کو شروع رکھنے کے لئے میں ایک بات کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اِس وقت تک ہم نے قانونی طور پر حکومت پر حجت تمام نہیں کی اور میں نے بار بار کارکنوں کو توجہ دلائی ہے کہ گورنمنٹ سے قطعی فیصلہ کرلیا جائے۔ کہ وہ ہماری شکایات سننے کے لئے تیار ہے یا نہیں۔ اگر وہ تیار ہو تو پہلا مطالبہ یہ کیا جائے کہ ضلع گورداسپور کے موجودہ حکام کو تبدیل کیا جائے اور دوسرا یہ کہ ایک آزاد کمیشن یعنی جو انتظامی حکومت کے ماتحت نہ ہو مقرر کیا جائے مثلاً ہائی کورٹ کے چیف جج صاحب ہوں یا کوئی اور انگریز جج ہو جائے۔ ہم انگریزوں کی دیانت کے اب بھی قائل ہیں سوائے اس کے جن پر الزام ثابت ہو چکا ہے اس لئے ہمارا مطالبہ کانگریس والا نہیں کہ پبلک میں سے ہی کمیشن مقرر ہو بلکہ ہم کہتے ہیں کہ کوئی انگریز جج مقرر کر دیا جائے جو یہ تحقیقات کرے کہ مقامی حکام اور پنجاب گورنمنٹ کے بعض حکام نے ایسا رویہ اختیار کیا ہے یا نہیں جس کے نتیجہ میں فساد ہو رہے ہیں۔ ہم اپنے کیریکٹر کو چھپانا نہیں چاہتے اس پر بھی بحث ہو۔ فریقِ مخالف کے کیریکٹر پر بھی اور

افسروں کے رویہ پر بھی۔ ہمیں انگریز افسروں پر اعتماد ہے لیکن چونکہ ضلع گورداسپور کی فضا اِس وقت بگڑی ہوئی ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اِسوقت جس قدر افسر یہاں بڑے ہیں خواہ انگریز خواہ ہندوستانی ان کو بدلا جائے تا نئی فضا پیدا ہو یہ درخواست وفد کے ذریعہ سے حکومت پنجاب سے کی جائے۔ اگر وفد کو وہ منظور کرے تو فَبِھَا اور اگر اسے منظور نہ کرے تو سمجھ لیا جائے کہ ہم نے پنجاب گورنمنٹ سے جس قدر کوشش کرنی تھی وہ ختم ہوگئی ہے۔ ہمارے مطالبات کو ردّ کرنے کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو حکومت وفد کو ہی منظور نہ کرے گی یا پھر کوئی معیّن جواب نہ دے گی جیسا کہ آج تک ہوتا رہا ہے لیکن وفد کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ وہاں سے معیّن جواب لئے بغیر یا اس کے لئے تاریخ معیّن کرائے بغیر نہ ہلے۔ اس کے بعد حکومتِ ہند کے پاس جانا چاہئے مگر یہ بعد کی باتیں ہیں۔ میں اس کی تفاصیل بعد میں بیان کروں گا فی الحال یہی کیا جائے اس پر بھی کچھ وقت لگے گا۔ ذمہ دار کارکن فوراً یہ مطالبے حکومت کو پیش کریں۔ اوّل تو یہ کہ ان افسروں کو فوراً بدل دیا جائے اور دوسرا یہ کہ کوئی انگریز جج بطور کمیشن مقرر کیا جائے جو تحقیقات کرے کہ گزشتہ کارروائیوں میں احمدی ظلم کررہے ہیں یا ان پر ظلم کیا جارہا ہے اس میں سیشن جج کے فیصلہ میں ہم پر عائد کردہ الزامات کی بھی تحقیقات ہو جائے گی۔ اگر حکومت کے بعض افسروں کی غفلت ہو تو اس کی بھی تحقیقات کی جائے، احمدیوں کے رویہ کی بھی اور احراریوں کی بھی ہو یہ دو مطالبات ہیں اگر حکومت پنجاب توجہ نہ کرے تو حکومت ہند سے توجہ کی درخواست کی جائے۔ اگر حکومت انکار کردے گی تو ہمارا یہ حق نہیں کہ کہیں اِس نے شرارت کی ہے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ حالات میں ہم اس پر حق واضح نہیں کرسکے سوائے اس کے کہ خاص افراد کے متعلق ہمیں معلوم ہو کہ انہوں نے فرض شناسی سے کام نہیں لیا ہاں یہ خیال مت کرو کہ حکومتِ ہند، حکومتِ پنجاب کے معاملات میں دخل نہیں دے سکتی۔ میں گزشتہ واقعات سے ثابت کرسکتا ہوں کہ وہ دخل دے سکتی ہے اور دیتی رہی ہے۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ قتل کے کتنے مقدمات کی اپیلیں پریوی کونسل میں کی جاتی ہیں حالانکہ وہ کبھی دخل نہیں دیتی اور آج تک کبھی نہیں دیا۔ وہ کہتے ہیں ہم قانون کے نگران ہیں، عدالتِ اپیل نہیں ہیں، ہم اس بات کے نگران ہیں کہ قانون میں غلطی نہ ہو مگر باوجود اس کے ہزاروں لوگ بڑے بڑے اخراجات برداشت کرکے بھی وہاں اپیلیں کرتے ہیں۔ پھر سلسلہ کے متعلق ہم بھی کیوں نہ ایسا ہی خیال کریں کہ شاید حکومتِ ہند دخل دے دے۔ بِالخصوص جبکہ

ہائی کورٹ کے فیصلہ کی اپیل پریوی کونسل سن نہیں سکتی اور حکومتِ ہند حکومتِ پنجاب کے معاملات میں دخل دے سکتی ہے۔ اب چونکہ تفصیلات کا وقت نہیں میں اسی پر ختم کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ صدر انجمن احمدیہ جلد سے جلد اس امر کا فیصلہ کرائے گی اور حکومت سے ہاں یا نہ میں کوئی جواب لے کر جماعت کو اس سے آگاہ کرے گی تا جب جماعت دیکھے کہ صدر انجمن کچھ نہیں کرسکتی تو وہ خود کچھ کرے ۔ ایگزیکٹو کا فرض ہوتا ہے کہ جماعت کو بتائے کہ وہ کس پانی میں ہے اس لئے صدر انجمن کا فرض ہے کہ وہ جلد سے جلد اس کا تصفیہ کرائے اور اگر حکومتِ پنجاب اس طرف توجہ نہ کرے تو حکومتِ ہند سے اپیل کرے۔ اس کے بعد کیا کرنا ہے یہ میں پھر بتاؤں گا فِی الْحال اسی پر خطبہ ختم کرتا ہوں اور جماعت کو پھر نصیحت کرتا ہوں کہ قادیان ہمارا مقدس مقام ہے تمہارے اندر جتنا جوش ہے وہ ایمان کی علامت ہے۔ جوشوں کو میں بُرا نہیں کہتا، ان کی مذمت نہیں کرتا بلکہ قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور جتنا زیادہ جوش کسی نے دکھایا اتنا ہی ثواب وہ پائے گا لیکن اس کے باوجود اگر جانیں دے کر بھی تمہیں قادیان کو فساد سے بچانا پڑے تو بچاؤ اور ثابت کردو کہ تم اسے دارالامان سمجھتے ہو اور سمجھتے رہو گے پھر قانون کو کبھی ہاتھ میں نہ لو، قانون کا احترام کرو اور قانون کے اندر رہتے ہوئے ایسے رستے تلاش کرو جن سے تمہاری تکلیف کا ازالہ ہو اور یقین رکھو کہ ایسے رستے تمہیں ضرور مل جائیں گے، باقی دعائیں کرو۔ اللہ تعالیٰ سے جو مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے رستے کھول دیتا ہے۔ جوشوں کو اس طرح استعمال کرو کہ جوش کے وقت دعائیں کرو۔ جوش کی دعا تیر بہدف ہوتی ہے اور دعا کرو کہ جو قادیان کے امن کو برباد کرتا ہے اگر وہ ہدایت نہیں پا سکتا تو اللہ تعالیٰ اسے عبرت ناک سزا دے۔ تمہاری طرف سے اللہ تعالیٰ تلوار چلائے گا۔ دیکھو! ایک احمدی نے غلطی سے ایک شخص کو ماردیا اور وہ بھی لڑائی میں تو اس سے سلسلہ کو کتنا بدنام کیا جاتا ہے لیکن کابل میں ہمارے جو احمدی مارے گئے ان کا کوئی ذکر بھی نہیں کرتا۔ اس کے مقابل میں بہار کی تباہی، کوئٹہ کی تباہی، کانگڑہ کی تباہی کا کوئی نام نہیں لیتا اور کوئی انکو تمہاری طرف منسوب نہیں کرتا حالانکہ وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار کی وجہ سے آئے تھے اور ان کی وجہ سے سینکڑوں لوگوں نے احمدیت کو قبول کیا پس جو خدا کا کام ہے اسے خود نہ کرو۔ روٹی پکانے والی عورت اگر سالن پکانے لگے گی تو اسے خراب کردے گی اور سالن پکانے والی روٹی پکانے لگے تو اسے خراب کردے گی اسی طرح تم اگر خدا کا کام کرنے لگو گے تو اسے خراب کردو

گے۔ پس اپنے جوش اور غیرت کو قائم رکھتے ہوئے پروٹسٹ کرو اور حکومت کو توجہ دلاتے رہو مگر اس کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف بھیجا تو آپ کو ہدایت کی کہ قُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا۔[9] اس سے نرم نرم باتیں کرنا بے ادبی سے پیش نہ آنا حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے پس بات بے شک مضبوطی سے کرو مگر آداب کو قائم رکھو۔ اگر وہ ردّ کر دی جائے تو خدا تعالیٰ نے کئی اور رستے رکھے ہیں انہیں اختیار کرو۔ جماعتی زندگی ایک دن کی زندگی نہیں ہوتی سینکڑوں ہزاروں سال کی ہوتی ہے دنیا پر ہمیشہ کے لئے حکومت کرنے کی غرض سے ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔ پس گھبراؤ نہیں آج نہیں تو کل تمہارے ظلموں کا بدلہ لیا جائے گا اور خدا تعالیٰ تمہارے زخموں کو بغیر مرہم کے نہیں چھوڑے گا اور اگر آج نہیں تو کل یہ باتیں ہو کر رہیں گی۔ (الفضل ۲۰؍جولائی ۱۹۳۵ء)

---

۱ النحل: ۴۱

۲ مسلم کتاب البر والصلة باب فَضْلُ الضُّعَفَاء (الخ)

۳ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۵۵۴۔ دارالفکر بیروت ۱۹۸۷ء

۴ الحج: ۳۳

۵ بخاری کتاب فضائل اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ باب مناقب عثمان بن عُفَّان

۶

۷ تذکرہ صفحہ ۱۰۵۔ ایڈیشن چہارم

۸ بخاری کتاب الشروط باب الشروط فِی الجهاد میں "حبسها حابس الفيل" کے الفاظ ہیں۔

۹ طٰہٰ: ۴۵